مولانا محمد عبدہٗ

جمع و تالیفِ قرآن

اور

مصاحفِ عثمانی رضی اللہ عنہ

امتِ مسلمہ کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآنِ حکیم اپنی اصلی شکل میں محفوظ و مصئون ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس ترتیب کے ساتھ قرآن لکھوایا تھا، خلفاء رضی اللہ عنہم نے اسی طریق سے اس کی حفظ و صیانت کی ہے اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور سیاسی آویزشیں اس پر اثر انداز نہیں ہو سکیں۔ بلاشبہ اسلام دشمن عناصر نے ہر دور میں مسلمانوں کے عقائد و افکار کو خراب کرنے کی کوشش کی ہے اور مختلف قسم کے شبہات پیش کر کے قرآن کو محرّف و مبدّل ثابت کرنے کی سازشیں کی ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ کے مختلف ادوار میں اللہ تعالیٰ نے اس کی حفظ و صیانت کے ایسے اسباب فراہم کر دیئے کہ اہلِ حق کے قلم نے ان کی راہوں کو مسدود کر دیا اور ان کی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ چنانچہ آج ہم پورے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح قرآن اپنے نصوص کے اعتبار سے محفوظ و مصئون ہے اسی طرح اپنی تاویل و تفسیر کے اعتبار سے بھی محفوظ ہے اور سلف رحمہم اللہ نے جو معانی بیان کیے ہیں وہ بعینہٖ صحتِ نقل کے ساتھ ہم تک پہنچ چکے ہیں۔ تاریخی اور علمی اعتبار سے یہ داستان بہت طویل اور دقیق ہے۔ سرِدست ہم اس عنوان کے تحت اس کی جمع و تدوین پر نظر ڈالتے ہیں اور پھر مستشرقین اور اہلِ رفض کے اعتراضات و شبہات نقل کر کے تاریخی حقائق کی روشنی میں ان کے جوابات نقل کریں گے۔

جمع و تالیف

یہ دو لفظ ہیں ان کے معنی و مفہوم میں قدرے تغایر پایا جاتا ہے۔ تالیف کے معنی تو اوراق میں لکھنے

اور تناسب کے ساتھ جمع کرنے کے ہیں مگر "جمع" کے لفظ میں عموم پایا جاتا ہے یعنی یہ لفظ "تالیف" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور مطلق جمع کرنے کے لیے بھی آتا ہے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے الصحیح میں پہلے "جمع القرآن" کا باب قائم کیا ہے اور پھر "تالیف القرآن" کا ترجمہ باندھا ہے۔ حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"یہاں جمع سے مراد متفرق اور منتشر اجزاء کو چند صحف یا ایک مصحف میں جمع کرنے کے ہیں اور تالیف سے مراد آیات کو ایک سورۃ کی شکل میں ترتیب دینے یا چند سورتوں کو ایک مصحف میں ترتیب دینے کے ہیں۔"

علاوہ ازیں "جمع القرآن" کا لفظ قرآن کو حفظ اور ازبر کر لینے کے لیے بھی آتا ہے چنانچہ "جُمّاع القرآن" بمعنی "حفاظ القرآن" کا محاورہ استعمال ہوتا ہے اس اعتبار سے قرآن کے سب سے پہلے حافظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے بعد کبار صحابہؓ کو یہ سعادت حاصل ہوئی ہے جن کی تعداد سینکڑوں تھی۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں[1]:

"ستر قراء تو جنگ یمامہ" میں شہید ہوئے اور قبل ازیں ستر قراء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جام شہادت نوش کر چکے تھے۔"

صحیح بخاری کی ایک روایت

اس سلسلہ کی صحیح بخاری میں تین روایتیں ہیں جو کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص، انس بن مالک من طریق قتادہ و ثابت مروی ہیں اگر ان کے ظاہری معانی کا اعتبار کیا جائے تو حفاظ قرآن کی مجموعی تعداد سات سو سے متجاوز نہ تھی۔ مگر یہ حصر حقیقی نہیں کیونکہ علماء نے اس حصر کو مستبعد سمجھ کر ان روایات کی تاویل کی ہے چنانچہ علامہ الماوردی (ابوالحسن علی بن حبیب الشافعی سنہ ۴۵۰ھ) لکھتے ہیں:

"یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ پورا قرآن صرف چار (یا سات) صحابہ نے ہی یاد کیا تھا حالانکہ صحابہ مختلف شہروں میں سکونت پذیر تھے اور ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب القراءات میں بہت سے حفاظ صحابہ کے نام ذکر کیے ہیں۔"

امام سیوطی نے الاتقان میں ابو عبید کے حوالہ سے بہت سے اسماء ذکر کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے

---

[1] الاتقان، ج ۱، ص ۱۲۲

کہ مہاجرین سے حسب ذیل حفاظِ قرآن تھے۔

"خلفاءؓ اربعہ، طلحہؓ، سعدؓ، حذیفہؓ، سالمؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن سائبؓ، عبادلہؓ اربعہ، عائشہؓ حفصہؓ، ام سلمہؓ

اور انصار میں سے:

"عبادہ بن صامت، معاذ، مجمع بن جاریہ، فضالہ بن عبید، مسلمہ بن مخلد ہیں" [1]

ابو عبید نے جن حفاظ صحابہ کا ذکر کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن حفظ کیا اور پھر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرنے کی بھی سعادت حاصل کی مگر جن لوگوں نے قرآن حفظ کر رکھا تھا ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے چنانچہ حافظ ذہبی "طبقات القراء" میں اس کی وضاحت کرتے ہوتے لکھتے ہیں:

"یہ تعداد صرف وہ ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کو پیش کیا اور متصل اسانید کے ساتھ ان سے ہم تک پہنچا مگر جن لوگوں نے قرآن حفظ کیا اور ان سے متصل اسانید کے ساتھ ہمیں نہیں پہنچا ان کی تعداد بہت کافی ہے" [2]

بہرحال صحابہ میں حفاظِ قرآن کی تعداد بہت کافی تھی اور پھر ان کو قرآن سے خصوصی شغف بھی تھا اور اس کی تلاوت کو باعثِ تقرب الٰہی سمجھتے تھے۔ چنانچہ زرقانی المناہل میں لکھتے ہیں:

"مسجد نبوی میں تلاوتِ قرآن کی وجہ سے بہت شور بپا ہو جاتا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ کچھ پست آواز سے قرآن کی تلاوت کریں تاکہ ایک کو دوسرے کی تلاوت کی وجہ سے غلطی نہ لگ جائے" [3]

پھر صحابہ کرام میں سے حضرت عثمانؓ بن عفان، علیؓ بن ابی طالب، ابیؓ بن کعب، زیدؓ بن ثابت، عبدؓاللہ بن مسعود، ابوالدرداء اور ابوموسیٰؓ اشعری وہ حضرات رضی اللہ عنہم ہیں جن پر صحابہ اور تابعین رحمہم اللہ کی بہت بڑی تعداد نے قرآن کی تلاوت کی۔ علامہ سیوطی الاتقان میں طبقات القراء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

حضرت ابیؓ بن کعب کے سامنے صحابہ کی ایک جماعت نے قراءت قرآن کی جن میں حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبدؓاللہ بن سائب شامل ہیں اور پھر ان سے

---

[1] الاتقان، ج ۱، ص ۱۲۴ [2] البرہان۔ [3] البرہان، ج ۱، ص ۳۱۳

تابعین کرام کی ایک بڑی جماعت نے قرآن اخذ کیا" [1]

الغرض اس طرح صحابہ، تابعین و تبع تابعین ومن بعدہم یکے بعد دیگرے جماعت در جماعت ایک دوسرے سے قرآن اخذ کرتے چلے آئے ہیں اور قرآن کی حفاظت کا اصل اعتماد بھی کتابت کی بجائے حفظ پر ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الجزری "النشر" میں لکھتے ہیں:

"قرآن کی نقل وحفاظت کا اصل مدار تو حافظہ پر ہے نہ کہ صحف پر، جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے .... وَمُنْزِلٌ عَلَيْكَ كِتَابًا لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ تَقْرَءُهُ نَائِمًا وَيَقْظَانَ"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن بہرحال قلوب وصدور میں محفوظ رہے گا کیونکہ اگر اس کی حفاظت کا مدار صحف پر مانا جائے تو لَا يَغْسِلُهُ الْمَاءُ کا جملہ صحیح نہیں ہو سکتا اس لیے کہ صحیفوں سے تو پانی کے ساتھ قرآن زائل ہو سکتا ہے اور پھر قلوب وصدور کے ذریعہ اس قرآن کی کس طرح حفاظت ہوئی اور ہر دور کے اندر بچے، بوڑھے اور جوان کتنی تعداد میں اس کے حافظ اور قراء ہوئے۔ یہ بحث بھی تفصیل طلب ہے۔ اس وقت موضوع بحث صرف جمع وتالیف ہے یعنی صحیفوں اور مصاحف کی صورت میں قرآن پاک کیسے محفوظ رہا اور عہدِ نبوت سے لے کر عہدِ عثمانی تک اس سلسلہ میں امت مسلمہ نے کن مساعی سے کام لیا؟

قرآن کی جمع وتالیف اور اس کے مصاحف میں جمع ہونے کے اعتبار سے صدر اول کے تین نمایاں دور قرار دیئے جا سکتے ہیں: عہدِ نبوت۔ عہدِ ابی بکر۔ عہدِ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اب ہم ان کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔

عہدِ نبوی

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "کاتبینِ وحی" مقرر کر رکھے تھے جن کی مجموعی تعداد چالیس کے قریب مذکور ہے [2] ان میں خلفائے اربعہ، زیدؓ بن ثابت، ابیؓ بن کعب، خالدؓ بن ولید اور ثابت بن قیس بھی شامل ہیں۔ جب وحی نازل ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے ضبطِ کتابت میں لانے کا حکم فرماتے تاکہ حفظِ صدری کے علاوہ بذریعہ کتابت بھی محفوظ ہو جائے۔ چنانچہ المستدرک للحاکم میں زید بن ثابت سے روایت ہے

كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ مِنَ الرِّقَاعِ

---

[1] الاتقان، ج ۱، ص ۱۲۵ [2] طبقات ابن سعد، الطبری، السیرۃ الحلبیہ وغیرہ

اس دور میں کاغذ میسر نہ تھا اس لیے باریک اور چوڑے پتھر کی تختیوں، شانہ کی ہڈیوں وغیرہ سے کاغذ کا کام لیا جاتا تھا۔ الغرض ان اشیاء "ادوات کتابت" پر قرآن لکھا جاتا ہے اور آنحضرت کی ہدایت کے مطابق ان کو خانہ بندی میں محفوظ کر دیا جاتا اور اس کی نقول بعض دوسرے صحابہ بھی حاصل کر لیتے۔ اس طرح آنحضرت کے عہد مبارک میں ہی با ترتیب قرآن جمع ہوتا رہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن مرتب تھا اور یہ ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ سورتوں میں آیات کی ترتیب تو بلا اختلاف توقیفی ہے اور اس پر اجماع ہے جیسا کہ علامہ زرکشی "البرہان" میں اور ابو جعفر بن زبیر "المناسبات" میں ذکر کیا ہے چنانچہ ابو جعفر لکھتے ہیں:

"سورتوں میں آیات کی ترتیب تو بلا خلاف توقیفی ہے اور اس بارے میں امت مسلمہ کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے"

اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"اجماع، نصوص مترادفہ اور علماء کی تصریحات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آیات کی ترتیب بہر حال توقیفی ہے" [1]

اس بنا پر علامہ زرکشی لکھتے ہیں:

"لہذا آیات کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ قراءت جائز نہیں ہے اور بعض نے آیت وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيلًا کے بھی یہی معنی بیان کیے ہیں یعنی ترتیب کے ساتھ قرآن کی تلاوت کرتے رہو" [2]

اب رہا یہ سوال کہ موجودہ سورتوں (از فاتحہ تا الناس) کی ترتیب بھی توقیفی ہے یا اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کے اجتہاد کو دخل ہے۔ اس مسئلہ میں گو علامہ زرکشی نے اختلاف نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں علماء کے تین گروہ ہیں یعنی:

۱ سورتوں کی موجودہ ترتیب اجتہادی ہے اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام کے صحائف مختلف ترتیب پر تھے

۲ اکثر سورتوں کی موجودہ ترتیب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسے السبع الطوال،

---

[1] راجع الزرکشی ۱، ۲۵۶ والسیوطی ۱، ۶۰ - ۶۱ ففیہ ذکر الروایات ونصوص العلماء وما تتعلق بھذا الباب

[2] البرہان، ج ۱، ص ۲۵۶، ۲۵۹

3

الحوامیم اور المفصل مگر بعض سورتوں کی ترتیب صراحت کے ساتھ آنحضرت سے ثابت نہیں ہے۔

۳—آیات کی طرح سورتوں کی موجودہ ترتیب بھی توقیفی ہے اور اکثر روایات اور آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو موجودہ ترتیب کے ساتھ تلاوت فرمایا کرتے تھے اور یہ بات گو کسی قولی حدیث سے ثابت نہیں ہے مگر فعلی روایات اس کی مؤید ہیں [۱]

ہمارے نزدیک یہ تیسری رائے صحیح ہے اور مندرجہ ذیل دلائل سے اس کی تائید ہوتی ہے:

۱۔ اولاً قرآن پاک لوحِ محفوظ میں لکھا گیا اور پھر آسمانِ دنیا پر "بیت العزۃ" میں نازل کیا گیا بعد ازاں ۲۳ سال کی مدت میں حسب ضرورت و حسب حوادث تدریجاً نازل ہوتا رہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ابتداء ہی سے مرتب ہے یہی وجہ ہے کہ آنحضرت نے بھی ترتیب نزولی کے مطابق اس کی کتابت نہیں کروائی۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان المبارک میں جبریل سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے اور جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے ہیں دو مرتبہ دور فرمایا اور ظاہر ہے کہ یہ دور مرتب ہوا ہوگا اور سورتوں کی موجودہ ترتیب کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل پر قرآن پیش کیا ہوگا [۲]

۳۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ کہ دو روشن سورتوں یعنی البقرۃ و آل عمران کی تلاوت کیا کرو۔

۴۔ ابن ابی شیبہؒ نے "المصنف" میں سعید بن خالد سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "السبع الطوال" کو ایک رکعت میں پڑھا اور یہ بھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم المفصل کو ایک رکعت میں جمع کر لیا کرتے تھے۔

۵۔ صحیح بخاری میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بنی اسرائیل، الکھف، مریم، طٰہٰ اور الانبیاء کے متعلق فرمایا: اِنَّهُنَّ مِنَ الْعِتَاقِ الْأُوَلِ وَهُنَّ تِلَادِي اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موجودہ ترتیب کے مطابق ان سورتوں کے نام ذکر فرمائے۔

۶۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اپنے بستر پر جا کر سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر اپنی ہتھیلیوں پر دم کرتے تھے۔

---

[۱] البرہان، ج ۱، ص ۲۵۷-۲۶۰ [۲] البرہان، ج ۱، ص ۲۵۹

۷۔ ابوداؤد طیالسی میں واثلہ بن اسقع سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرَاۃِ السَّبْعَ الطُّوَلَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِیْنَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیْ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کی موجودہ ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے کیونکہ قرآن کی تمام سورتیں اسی ترتیب کے ساتھ ہیں۔ اسی بنا پر کرمانی "البرہان" میں لکھتے ہیں:

تَرْتِیْبُ السُّوَرِ ھٰکَذَا ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَفِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ

۸۔ بعض علماء نے آیت کریمہ "فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں دس سورتوں سے مراد البقرہ سے لے کر ہود تک دس سورتیں مراد ہیں۔ حالانکہ سورہ ہود مکی ہے اور توبہ تک تمام سورتیں مدنی ہیں جو اس کے بعد نازل ہوئی ہیں [۱]

حضرت ابن عباسؓ کا اثر

ان جملہ دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح آیات کی ترتیب توقیفی ہے اسی طرح سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے اور اس میں کسی قسم کے اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے جن علماء نے سورتوں کی موجودہ ترتیب کو اجتہادی قرار دیا ہے ان کے سامنے ابن عباسؓ کا ایک اثر ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ سے سوال کیا کہ "سورہ براءۃ" کو طوال کے ساتھ کیوں جمع کر دیا گیا حالانکہ یہ مئین سے ہے تو حضرت عثمان نے فرمایا:

کَانَتِ الْاَنْفَالُ مِنْ اَوَائِلِ مَا اُنْزِلَ بِالْمَدِیْنَۃِ وَبَرَاءَۃٌ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ فَکَانَتْ قِصَّتُھَا شَبِیْھًا بِقِصَّتِھَا فَقُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَمْ یُبَیِّنْ لَنَا اَنَّھَا مِنْھَا فَظَنَنْتُ اَنَّھَا مِنْھَا فَمِنْ ثَمَّ قَرَنْتُ بَیْنَھُمَا ——— الخ

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سورۃ انفال کی ترتیب اجتہادی ہے مگر اس روایت کا مدار "یزید فارسی" پر ہے جسے امام بخاریؒ نے ضعفاء میں ذکر کیا ہے اور پھر اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ اپنی رائے سے نفی اثبات کرتے ——— وحاشاہ اللہ من ذالک لہٰذا یہ حدیث بے اصل ہونے کی بناء پر حجت نہیں ہو سکتی [۲] لہٰذا صحیح یہی ہے کہ آیات کی طرح سورتوں کی ترتیب بھی توقیفی ہے جس میں اجتہاد کو گنجائش نہیں۔

---

[۱] زرکشی، ج ۱، ص ۲۵۶-۲۵۹ [۲] حدیث پر بحث کے لیے دیکھئے مسند احمد تعلیق احمد شاکر رقم ۳۹۹ فانہ نفیس جید۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر موجودہ ترتیب توقیفی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہی ترتیب تھی تو پھر دورِ نبوت میں ہی قرآن یکجا کیوں جمع نہیں کر دیا گیا اور اسے منتشر حالت میں کیوں چھوڑا گیا۔

یہ سوال واقعی وزنی ہے مگر علماء نے اس کے تشفی بخش جوابات دیے ہیں جن کا حاصل یہ ہے:

۱۔ اس وقت اس قسم کے دواعی موجود نہ تھے جو قرآن کو یکجا کرنے کا باعث بنتے۔

۲۔ نزولِ وحی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از خود اس کی نگرانی فرماتے اور پھر نزولِ وحی کے زمانہ میں بعض آیات پر نسخ کا بھی احتمال تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہی قرآن لکھ تو لیا جاتا مگر اسے ایک مصحف میں جمع نہ کیا گیا تاکہ اگر تغیر کی ضرورت پیش آئے تو آسانی سے تبدیل ہو سکے۔ چنانچہ زرکشی لکھتے ہیں:

وَاِنَّمَا لَمْ یُکْتَبْ فِیْ عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مُصْحَفٍ لِئَلَّا یُفْضِیَ اِلٰی تَغْیِیْرِهٖ فِیْ کُلِّ وَقْتٍ فَلِهٰذَا تَأَخَّرَتْ تَاْلِیْفُهٗ اِلٰی اَنْ کَمُلَ نُزُوْلُ الْقُرْاٰنِ بِمَوْتِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ [۱]

الغرض کاتبینِ وحی جو قرآن لکھتے وہ آنحضرت کے مکان میں محفوظ کر دیا جاتا اور کاتب خود اپنے لیے بھی اس کی ایک کاپی رکھ لیتے اس طرح یہ صحیفے اور کاتبین وحی کے ذاتی نسخے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حافظے قرآن کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور قرآن ہر قسم کی دست برد سے محفوظ رہا —— اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ

عہدِ صدیقی اور تالیفِ قرآن

مندرجہ بالا تفصیل سے یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن کریم مکمل صورت میں لکھا ہوا موجود تھا مگر اس کی آیات اور سورتیں پراگندہ اور منتشر تھیں یعنی مختلف ٹکڑوں پر لکھا ہوا تھا اور یکجا جمع نہیں کیا گیا تھا اور یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آیات اور سور کی موجودہ ترتیب عہدِ نبوی میں ہی قائم کر دی گئی تھی اور اسی ترتیب کے مطابق قرآن کی تلاوت اور قرارت ہوا کرتی تھی اور قرآن جس

---

[۱] الاتقان، ج ۱، ص ۹۸، زرکشی، ج ۱ ص ۲۳۵

طرح سینوں میں محفوظ تھا اسی طرح صحیفوں میں بھی لکھا جا چکا تھا اور آیت اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1] کے مطابق ہر پہلو سے قرآن کی حفاظت ہو رہی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے آیات و سُوَر کو مرتب شکل میں صحف کے اندر جمع کروایا ورنہ محض قرآن کی کتابت ایسی چیز نہ تھی جو عہد صدیقی میں ہوئی ہو بلکہ متفرق پرزوں کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لکھا ہوا موجود تھا حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ان متفرق شذرات کو یکجا تالیف کروا دیا گویا یوں سمجھئے کہ بیتِ نبوی میں متفرق اوراق موجود تھے حضرت ابوبکر نے ان کو جمع کر کے یکجا باندھ دیا تاکہ کوئی ورق ضائع نہ ہونے پائے[1]

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جمع قرآن کا یہ اہتمام ۱۲ھ جنگ یمامہ کے خاتمہ پر کیا[2]۔ یہ جنگ مسلمانوں اور مسیلمہ کذاب کے درمیان ہوئی تھی جس میں ستر کے قریب قراء صحابہ شہید ہو گئے تھے (اور ستر قراء قبل ازیں بئر معونہ میں شہید ہو چکے تھے) حضرت عمر گھبراہٹ زدہ ہو کر حضرت صدیقِ اکبر کے پاس آئے اور عرض کی۔ امیر المومنین! :-

"اگر اسی تیزی اور سرگرمی کے ساتھ معرکوں میں قراء شہید ہوتے رہے تو قرآن کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے بہتر ہے کہ قرآن جمع کر دیا جائے تاکہ محفوظ رہے۔"

حضرت ابوبکرؓ نے تردد کا اظہار کیا اور فرمانے لگے:

"کَیْفَ نَفْعَلُ مَا لَمْ یَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ"

کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہم اس پر کیسے اقدام کر سکتے ہیں۔

مگر جب حضرت عمرؓ نے بار بار اس پر زور دیا کہ هُوَ وَاللّٰهِ خَیْرٌ (کہ بخدا! بہتری اسی میں ہے) تو صدیقِ اکبرؓ نے بھی باور کر لیا اور حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری کو بلا کر اس مہم پر مامور کیا۔

حضرت زید بن ثابت آنحضرت کے کاتبِ وحی تھے اور ان کی دیانت و امانت پر بھی کسی کو شبہ نہیں تھا۔ وہ اس منصوبے کی عظمت کو بھی سمجھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ذمہ داری کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

فَوَاللّٰهِ لَوْ كَلَّفُوْنِیْ نَقْلَ جَبَلٍ مِّنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ اَثْقَلَ عَلَیَّ مِمَّا اَمَرَنِیْ بِهٖ

---

[1] سورۃ الحجر: ۹ [1] برہان ۱: ۲۳۸ والسیوطی ج ۱، ص ۱۰۱

[2] یہ جنگ ۱۱ھ کے اواخر میں شروع ہوئی اور ربیع الاول ۱۲ھ میں ختم ہو گئی (منہ)

مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ"

بخدا اگر مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر نقل کرنے کی تکلیف دیتے تو یہ کام اس مہم یعنی جمع قرآن کی بہ نسبت میرے لیے آسان تھا۔

زید بن ثابت نے بھی حضرت ابوبکر کے سامنے انہی الفاظ سے معذرت کی جو حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اظہار کیے تھے لیکن باہم مراجعت کے بعد زید بن ثابت نے بھی محسوس کر لیا کہ قرآن کا جمع کرنا ضروری امر ہے چنانچہ زید بن ثابت اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں:

حَتّٰی شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرِیْ لِلَّذِیْ شَرَحَ لَہٗ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ

حتیٰ کہ مجھے بھی اس مسئلہ میں انشراح حاصل ہوگیا جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ہوا تھا۔

حضرت زید بن ثابت اور ان کی مساعی

چنانچہ حضرت زید بن ثابت انصاری حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ اول کے پاس سے حکم پا کر آتے ہیں اور اس مہم کو تیزی اور مستعدی سے شروع کر دیتے ہیں ان کا بیان ہے۔

فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ اَجْمَعُہٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ حَتّٰی وَجَدْتُّ اٰخِرَ سُوْرَۃِ التَّوْبَۃِ مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ الْاَنْصَارِیِّ لَمْ اَجِدْھَا مَعَ اَحَدٍ غَیْرِہٖ

تو میں نے نہایت احتیاط اور پوری چھان بین کے ساتھ عسب لخاف اور لوگوں کے حفظ سے...... قرآن کو جمع کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ سورہ توبہ کی آخری آیت" لَقَدْ جَاءَکُمْ الآیۃ ابوخزیمہ انصاریؓ[1] کے پاس لکھی ہوتی ہی ان کے علاوہ اور کسی صحابی کے پاس یہ آیت محفوظ نہ تھی۔

الغرض وہ صحیفہ جو زید بن ثابت نے جمع کیا حضرت ابوبکر کے پاس محفوظ رہا ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی حفاظت میں چلا گیا پھر حضرت عمر چونکہ کوئی خلیفہ مقرر کر کے نہیں گئے تھے اس لیے یہ صحیفہ

---

[1] اَبُوْخُزَیْمَۃَ الْاَنْصَارِیُّ ھُوَ غَیْرُ خُزَیْمَۃَ بْنِ ثَابِتِ الْاَنْصَارِیِّ ذِی الشَّھَادَتَیْنِ (تہذیب ۱۴۰۲/۳) وَاَمَّا خُزَیْمَۃُ فَوَجَدَ عِنْدَہٗ اٰیَۃً مِّنْ سُوْرَۃِ الْاَحْزَابِ (صحیح البخاری مع الفتح، ج ۱۰ ص ۲۹۶) وَھٰذِہِ الْقِصَّۃُ اَیْ قِصَّۃُ خُزَیْمَۃَ کَانَتْ فِیْ خِلَافَۃِ عُثْمَانَ لَمَّا کَتَبَ الْمُصْحَفَ وَکَانَ الْجَامِعُ اَیْضًا زَیْدُ بْنُ ثَابِتٍ کَمَا سَیَاْتِیْ

حضرت حفصہؓ کی نگرانی میں رہا [۱]

ایک وہم اور اس کا ازالہ

حضرت زید کے مذکورہ الفاظ بِاَنَّہٗ لَمْ یَجِدْ اٰخِرَ سُوْرَۃِ التَّوْبَۃِ اِلَّا مَعَ اَبِیْ خُزَیْمَۃَ الْاَنْصَارِیِّ سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ پھر پورا قرآن تواتر کے ساتھ ثابت نہیں ہے بلکہ بعض آیات (مثلاً سورۃ برات کا خاتمہ) صرف ایک شخص کی شہادت پر درج کر دی گئی ہیں حافظ ابن حجر اسی وہم کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اولاً تو سورۃ برات کی آخری دو آیتوں کے متعلق ابو خزیمہ کے ساتھ خود زیدؓ بن ثابت حضرت عمرؓ اور ابی بن کعبؓ کی شہادتیں موجود ہیں لہٰذا ابو خزیمہ کے تفرد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور پھر "لَمْ یَجِدْ" کے یہ معنی بھی نہیں ہیں جو وہم کا موجب بن رہے ہیں بلکہ اِنَّ الْمُرَادَ مِنَ النَّفْیِ نَفْیُ وُجُوْدِھَا مَکْتُوْبَۃً لَا نَفْیُ کَوْنِھَا مَحْفُوْظَۃً" [۲]

یعنی یاد تو متعدد صحابہ کو تھیں مگر مکتوب ہونے کی صورت میں صرف ابو خزیمہ کے پاس موجود تھیں اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ اور زیدؓ بن ثابت کو یہ تاکید کی تھی کہ جب تک کسی آیت پر تحریر کے علاوہ دو شاہد موجود نہ ہوں اسے درج نہ کیا جائے۔

الغرض حضرت ابو بکر کے حکم سے پہلی مرتبہ قرآن پاک صحف میں جمع کیا گیا اور حضرت ابو بکر کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ قرآن کے جامع اول ہیں چنانچہ حضرت علیؓ بن ابی طالب فرماتے ہیں:

اَعْظَمُ النَّاسِ فِی الْمَصَاحِفِ اَجْرًا اَبُوْبَکْرٍؓ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ھُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَعَ کِتَابَ اللّٰہِ

قرآن کو مصاحف میں جمع کرنے میں سب سے زیادہ اجر و ثواب کے مستحق حضرت ابو بکر ہیں جنہوں نے سب سے پہلے کتاب اللہ کو یکجا کر دیا [۳]

حافظ ابن حجر "الفتح" میں لکھتے ہیں:

اگر کوئی انصاف پسند آدمی حضرت ابو بکر کے اس کارنامے پر غور کرے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ یہ حضرت ابو بکر کی بہت بڑی فضیلت اور منقبت ہے اور موجب مَنْ سَنَّ سُنَّۃً

---

[۱] صحیح باب جمع القرآن مع الفتح ج ۱۰ ص ۳۸۴ - ۳۹۰ و باب تالیف القرآن ج ۱ ص ۱۴۴ - ۱۴۷ و مسند احمد بتحقیق شاکر و طبقات ابن سعد [۲] فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۸۹ و الاتقان ۱: ۱۰۱ [۳] فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۸۶ بحوالہ کتاب المصاحف للسجستانی ص ۵ و البرہان ۱: ۲۳۹ ، ۲۸۸

حضرت ابوبکرؓ کے بعد جو بھی قرآن جمع کرے گا اس کا اجر حضرت ابوبکر کو تا قیامت پہنچتا رہے گا۔[۱]

حضرت علیؓ کے بارے میں بھی سجستانی رحؒ نے ابن سیرین کے واسطہ سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر حضرت علیؓ فرمانے لگے:

"اٰلَیْتُ اَنْ لَّا اٰخُذَ عَلَیَّ رِدَائِیْ اِلَّا لِصَلٰوۃِ جُمُعَۃٍ حَتّٰی اَجْمَعَ الْقُرْاٰنَ نَجْمَعَہٗ"

مگر حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"اِسْنَادُہٗ ضَعِیْفٌ لِاِنْقِطَاعِہٖ"

الغرض صحابہ کرام کی بلند ہمتی اور اخلاص کی بدولت عہدِ صدیقی میں "جمع قرآن" کا کام تقریباً ایک سال میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ جنگ یمامہ کے خاتمہ پر ۱۲ھ کو اس مہم کی ابتداء ہوئی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی وفات سے قبل ہی زیدؓ بن ثابت اور دیگر صحابہ کے تعاون سے یہ کارِ خیر انجام پاگیا اور وہ صحائف جو جمع کیے گئے تھے حضرت ابوبکرؓ کے پاس سرکاری خزانہ میں محفوظ رہے۔

اس تجویز کا شرف تو حضرت عمرؓ کو حاصل ہے جبکہ زیدؓ بن ثابت نے حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے عملی جامہ پہنایا اور خلیفہ نے از خود اس منصوبہ کی نگرانی فرمائی۔ اس بناء پر قرآن کا جمع کیا جانا حضرت ابوبکرؓ کی اولیات سے ہے۔[۲]

مصحف کی وجہ تسمیہ

جب قرآن اوراق میں جمع ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ نے صحابہ سے رائے طلب کی کہ اس مجموعہ کا نام کیا رکھا جائے۔ آخر کار مختلف تجاویز کے بعد اس کا نام مصحف رکھا گیا۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ "ابن اشتہ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ اِلْتَمِسُوْا لَہٗ اِسْماً فَقَالَ بَعْضُھُمْ "اَلسِّفْرُ" قَالَ ذٰلِکَ اِسْمٌ تُسَمِّیْہِ الْیَھُوْدُ، فَکَرِھُوْا ذٰلِکَ وَ قَالَ بَعْضُھُمْ "اَلْمُصْحَفُ" فَاِنَّ الْحَبَشَۃَ یُسَمُّوْنَ مِثْلَہٗ "اَلْمُصْحَفَ" فَاجْتَمَعَ رَأْیُھُمْ عَلٰی اَنْ سَمُّوْہُ "اَلْمُصْحَفَ"[۳]

---

[۱] فتح الباری ج ۱۰ ص ۳۸۶ - ۳۸۷ [۲] تاریخ الخلفاء ص ۷۵ ط ہند [۳] الاتقان ج ۱ ص ۸۹ و ایضاً مقدمۃ التفسیر نیشاپوری ہامش الطبری ج ۱ ص ۴۴ و ایضاً قول ابن العالیہ اِنَّھُمْ جَمَعُوا الْقُرْاٰنَ فِیْ مُصْحَفٍ فِیْ خِلَافَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ کتاب المصاحف ص ۹

حضرت ابوبکرؓ کے جمع کردہ "مصحف" پر امت کا اجماع ہے اور تواتر کے ساتھ اس کی صحت ثابت ہو چکی ہے۔ اکثر علماء کا یہ خیال بھی ہے کہ اس کی کتابت اور رسم الخط "سبعۃ احرف" پر مشتمل تھا اس اعتبار سے یہ مصحف عہد نبوی میں جمع شدہ قرآن کے عین مطابق تھا اور عہدِ عثمانی تک اسی مصحف کے مطابق قراءت وتلاوت ہوتی رہی۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

رافضی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ "جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہیں ہوا تھا حضرت ابوبکرؓ نے اس بدعت کا ارتکاب کیوں کیا؟" تو اس کے جواب میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"یہ کام حضرت ابوبکرؓ نے اجتہاد کی بنا پر کیا اور اس میں اللہ ورسول۔ کتاب اللہ اور عامہ امت کی خیر خواہی پیش نظر تھی اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب اللہ کے لکھنے کی تو اجازت بھی دی تھی۔ صرف اس کے ساتھ کسی اور چیز کے لکھنے سے منع فرمایا تھا اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی صرف کتاب اللہ کے لکھنے کا حکم دیا تھا .... اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی پیش گوئی کی تھی کہ یہ قرآن صحف میں جمع ہوگا "یَتْلُوْ صُحُفاً مُّطَهَّرَةً" اور یہ قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی لکھوایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے تو صرف ان متفرق شذرات کو جمع کروایا تھا۔ فَالْحَاصِلُ اَنَّهٗ لَيْسَ ذٰلِكَ مِنَ الزِّيَادَةِ عَلٰى اِحْتِيَاطِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ هُوَ مُسْتَمَدٌّ مِّنَ الْقَوَاعِدِ الَّتِيْ مَهَّدَهَا الرَّسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اسلام کا معاشرتی نظام

خوشیوں کی بہار آئے گی، مختلف افراد وطبقات اپنے جائز حقوق سے بہرہ ور ہوں گے اور معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بنے گا ——— اور اگر کوئی ان اصولوں سے انحراف کر کے معاشرہ کے سکون کو برباد کرنا چاہے تو صحیح اسلامی حکومت ——— جس کا مطمح نظر انصاف، امانت اور خدمت ہے ——— امن وچین کی بحالی کے لیے آگے بڑھے گی۔